غزوہ اُحد، قرآن مجید کی روشنی میں

کیپٹن (ر) محمد صدیق احمد
قرآنک اسکالر، گلشن اقبال، کراچی

Abstract

The battle of "Uhad(Ghazwa-e-Uhad)was fought by the Prophet of islam in the 3rd Hijri.It was a fiece battle ,where in many Muslim soldiers had lost their lives and almost every one was injured: so much so. that the great Prophet (S A) was also injured. The battle concluded in a draw and the Mushrikkeen- e- Macca had started running away , leaving behind their belongings. The Muslims ,on the orders of the great Prophet (S A)CHASED them unless they had run away and disappeared. Even then our writers had written that Muslims had faced a defeat in this battle.This is not only blunt but a highly prejudiced and biased opinion by these writers.The article concludes that:(i)The Chasers can not the defeated persons.that too when the great Prophet (S A) was among them and Alimighty has promised success to his Prophet (S A) and his followers.(ii)It has set the meaning of obedience to Rasul (the Prophet)S Ai-e -in his life time:and to the ruler or governor in his absenc

.keywords :*Fought,Hijri,Mushrikkeen-e-Macc.Ghazwa-e-Uhad.*

غزوہ اُحد اسلامی تاریخ کا دوسرا اور انتہائی اہم غزوہ ہے جس نے آئندہ کا لائحۂ عمل مرتب کر دیا تھا اور مسلمین کو ثابت قدمی اور اطاعتِ اولی الامر کا سبق دیا تھا۔ اسی سبق نے مسلمین و مومنین کے ایمان باللہ میں زیادتی اور پختگی عطا کی جس کے نتیجہ میں وہ اسلامی حکومت کو استحکام دے کر اس کے اثر کو وسیع تر کرتے چلے گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسلامی حکومت کا دائرہ اثر تقریباً دس لاکھ مربع میل تک پھیلانے میں کامیاب ہو گئے جو کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چھتیس لاکھ مربع میل ہو گیا تھا۔ ان عظیم کامیابیوں کے باوجود بعض مورخین نے غزوہ احد کی فتح یابی کو شکست سے

تعبیر کیا ہے۔آیئے ہم ''سیرت ابنِ ہشام'' جو کتب سیرت میں بنیادی، ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

فاضل مورخ ابن ھشام غزوہ احد کا نقشہ کھینچتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ'''' غرض یہ کہ مسلمانوں کے شیرانہ حملوں اورجلالت نے مشرکینِ مکہ پر ہراس طاری کردیا اوردو پہر ہوتے ہوتے غنیم کیقدم اکھڑ گئے......مشرکین پسپا ہونے لگے اور پسپائی کی یہاں تک نوبت آگئی کہ مسلمانوں نے اہل مکہ کی عورتوں کو بھی ساز وسامان چھوڑ کر بھگوڑوں کے ساتھ شامل ہوتے دیکھا۔ ہندہ بنت عتبہ جو بڑی سرگرمی سے مشرکین کو غیرت دلا کرلڑا رہی تھی، بدحواس ہوکر بھاگی اوراس کے خدام سامان چھوڑ کراس کے ساتھ ہو گئے اور مسلمانوں کو فتح نمایاں حاصل ہوئی۔دشمن پر ہزیمت واقع ہوتے دیکھ کر تیراندازوں کا دستہ جو عقب میں لشکر اسلام کی حفاظت پر مامور تھا، مال غنیمت جمع کرنے کے لیے بیتاب ہوگیا۔ان کے سردار نے ہر چند اُنہیں روکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید یاد دلائی، لیکن انہوں نے یہ خیال کر کے کہ منہزم ومفرور غنیم اب کیا کر سکے گا، اپنا مرکز چھوڑ ہی دیا اورلوٹ کے مال پر ٹوٹ پڑے......''[۱] ''کوہ احد کی گھاٹی میں مسلمانوں کے داخل اور پناہ گزین ہوجانے پرلڑائی کا عملاً خاتمہ ہوگیا۔مشرکین اپنی۔۔۔''غرض یہ کہ مسلمانوں کے شیرانہ حملوں اورجلالت نے مشرکینِ مکہ پر ہراس طاری کردیا اوردو پہر ہوتے ہوتے غنیم کے قدم اکھڑ گئے...... فتح یابی پرخوش تھے۔ان کا سردار ابوسفیان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور وہاں سے اس نے مسلمانوں کو پکار کر سوال کیا کہ کیا.........''[۲] ''معرکہ احد میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ملی تو انہیں اس بات کا سخت قلق ہوا اوراپنے زخمی ہونے کا الگ رنج تھا......[۳]

اوپر کے اقتباسات میں نشان زدہ جملوں پرغور فرمائیں، کیا یہ مؤمنین کی جماعت مال غنیمت کے لیے غزوہ میں شرکت کررہے تھے کہ وہ مال غنیمت دیکھ کرجمع کرنے کے لیے بیتاب ہوگئے اورسردار کے منع کرنے کے باوجودلوٹ کے مال پرٹوٹ پڑے؟ اہل مکہ میدان جنگ سے بھاگ گئے تو شکست ان کو ہوئی یا مسلمانوں کو؟

یہ بات یہیں نہیں ختم ہوجاتی بلکہ یہ اتنی بڑھا یہ عام ہوگئی اور ہمارے مؤرخین بھی اس سے نہ بچ سکے اورانہوں نے بھی اسی قسم کے جملے لکھ گئے۔جس کی وجہ سے غزوہ احد کو مسلمانوں کی شکست سمجھ لیا گیا۔الا ماشاء اللہ کسی نے نرم روّیہ اختیار کر کے اسے ہزیمت قرار دیا۔طوالت کی خاطر ہم چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو کہ اردو زبان میں قرآن مجید کا پہلا مکمل تشریحی ترجمہ کرنے والے شاہ عبدالقادر صاحب جو شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادہ ہیں اپنی تفسیر ''موضح القرآن'' میں سورۂ آل عمران کی آیت ۱۵۲ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''یعنی اول غلبہ مسلمانوں کا تھا کہ کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اورآثار فتح کے نظر آتے تھے کسی کو خوشی تھی مال کی اور کسی کو غلبۂ اسلام کی۔جب مسلمانوں سے پیغمبر کی بے حکمی ہوئی تب مقدمہ اُلٹا ہوگیا۔وہ بے حکمی ایک یہ کہ حضرت نے پچاس

آدمی تیرانداز پہاڑ کی راہ پر کھڑے کئے تھے نگہبانی کو۔ باقی لشکر لڑنے لگا۔ جب ان تیراندازوں نے فتح اور غلبہ دیکھا اس جگہ سے چاہا کہ چلے آویں۔ شریک فتح ہوں اور غنیمت لیویں۔ بعضوں نے منع کیا پر وہ نہ مانے وہاں دس آدمی رہ گئے۔ اس طرف سے کافروں کی فوج پچھاڑی پر آ پڑی۔ دوسری یہ کہ جب کافر بھاگنے لگے مسلمان دوڑے تعاقب کو۔ حضرتؐ پیچھے سے پکارتے رہے کہ میری طرف آؤ۔ آگے مت جاؤ۔ اس طرف جو غنیمت نظر آئی لوگ نہ پھرے۔ اس بے حکمی سے شکست پڑی۔'' ؁ آگے آیت ۱۵۴ کی تفسیر میں مزید رقم طراز ہیں کہ ''اس شکست میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے اُن پر اونگھ آئی اس کے بعد رعب اور دہشت دفع ہو گیا......'' ۵ غور کیجیے دونوں آیات کی تفسیر سے مسلمانوں ہی شکست خور ثابت ہو رہے ہیں۔

دوسری مثال کے لیے ملاحظہ ہو: فتح محمد خان جالندھری ترجمہ و تفسیر میں سورہ آل عمران ہی کی آیت ۱۵۳ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ 'یہ جنگ احد کا قصہ ہے۔ اس جنگ میں شروع شروع تو مسلمان غالب رہے مگر بعد میں حضرتؐ کی نافرمانی کے سبب شکست ہوئی۔ نافرمانی یہ ہوئی تھی کہ حضرتؐ نے تیراندازوں کی ایک جماعت کو......ادھر تو یہ کیفیت ہوئی اُدھر خالد بن ولید نے جو اس وقت جماعت کفار میں تھے پیچھے سے حملہ کر دیا اور اس سے لڑائی کی صورت بدل گئی۔ یعنی فتح پانے والوں کو شکست اور شکست کھانے والوں کو فتح ہوئی۔ ۶

غور کیجیے کہ فتح محمد جالندھری صاحب کی تحریر سے کس طرح فتح پانے والے مسلمان شکست خور ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کے علاوہ برصغیر ہی میں شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد ترجمہ (مع تفسیری نوٹس) میں سورہ آل عمران کی آیت ۱۲۲ کے تفسیری فوائد میں ف ۳۴ کے تحت لکھتے ہیں کہ ''یہ جنگِ احد کا مذکور ہے پیغمبر صاحب کی رائے یہ تھی کہ کافروں سے باہر میدان میں نکل کر لڑیں اور مدینے کے منافق مشورہ دیتے تھے کہ نہیں ہم شہر میں ہوں گے تو مکانوں کی آڑ سے ہم کو بڑی پناہ ملے گی۔ آخر باہر میدان میں نکل کر لڑنے کی رائے غالب رہی۔ منافق بھی اپنی رائے کے خلاف نکل کر گئے تو سہی مگر رستے سے انصار کے دو قبیلوں کو بھی بہکا کر لوٹا لے چلے ان قبیلوں کے سرداروں نے سنا تو سمجھا بجھا کر روک لیا مگر اس لڑائی میں آخر کار مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے۔'' ۷

آگے آیت ۱۲۹ کے تفسیری فائدہ میں ۳۵ کے تحت لکھتے ہیں کہ ''مقصود تو جنگِ احد کا مذکور ہے مگر......آخر میں لڑائی یوں بگڑی کہ پیغمبر صاحب نے ایک جماعت کو ایک گھاٹی میں تعینات فرما کر ان سے کہہ دیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ باقی مسلمانوں نے کافروں پر حملہ کر کے ان کو بھگا یا تو گھاٹی والوں نے لوٹ کے لالچ سے مورچہ چھوڑ دیا۔ کافروں نے کنّی کاٹ کر وہی مورچہ دبا لیا۔ مسلمان تاب مقاومت نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے......'' ۸

آگے آیت ۱۵۳ کے تفسیری فائدہ میں ف ۳۸ کے تحت لکھتے ہیں کہ 'یہ وہی جنگِ احد کا مذکور ہے لڑائی تو ہر گئی تھی

اورابتدائی حالت میں مسلمانوں کا بے دل ہونا آئندہ کی کامیابیوں میں خلل انداز تھا۔ان آیتوں کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ایک شکست کے ہوجانے سے کیا ہوتا ہے ۔مسلمانوں نے کچھ فتح کا ٹھیکہ نہیں لیا کہ ہمیشہ جیتا ہی کریں گے۔ہار گئے ہار گئے۔ہارنے پر رنج کرنالا حاصل ہےمگر ہاں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیوں ہارے۔سواللہ تعالیٰ نے جتا دیا کہ ہارے افسر یعنی پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے......''۹ آگے آیت ۱۵۴ کے تفسیری فائدہ میں ف ۴۰ کے تحت لکھتے ہیں کہ ''پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم سے مسلمانوں کو......اورشکست پیغمبر کی بے تدبیری سے نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں کی بدتدبیری سے کہ پیغمبر کے حکم پر قائم نہ رہےاورمورچہ چھوڑ دیا۔''۱۰

ان تفسیری فوائد میں نشان زدہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔اسی قسم کے الفاظ عام طور پر، لکھے گئے ہیں۔اس لیے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

(۱) کیا غزوہ احد میں واقعی مسلمین کوشکست ہوئی ؟

(۲) کیا مؤمنین اتنے ہی لالچی تھے کہ مالِ غنیمت دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اورحکمِ رسولؐ پسِ پشت ڈال دیا؟

(۳) کیا مالِ غنیمت کی طرف بڑھنے والے یعنی اپنا مقررہ مورچہ چھوڑ جانے والے اوروہ جو جوابی حملہ میں مایوس ہوکر تتر بتر ہوگئے نا قابلِ معافی ہیں؟

آیئے اِن اوراسی قسم کے اُٹھنے والے سوالات کے جوابات قرآنِ کریم سے تلاش کرتے ہیں:

سورۃ آل عمران میں آیت ۱۲۱ سے غزوہ احد کے بارے میں ذکر شروع ہوتا ہےاوروہ بھی رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی عظمت سے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۱۱ ''اس وقت کو یاد کرو جب تم صبح کو اپنے اہلِ (بیت) سے روانہ ہوکر ایمان والوکولڑائی کے لیےمورچوں پر متعیّن کررہے تھے''۔

غور کیجیے کہ اس وقت یعنی تین ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں کون تھا؟ تواس وقت تو رسولؐ کی اہل حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اورحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں اس لیےاس آیت کریمہ سے اُنہی کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ رسول صبح جنگ کے لیے اُنہی کے پاس سے تشریف لائے تھے۔پھر رسول ﷺ کی عظمت ملاحظہ ہو کہ وہ کمانڈر انچیف ہوتے ہوئے بھی اس غزوہ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں کہ خود مورچہ بندی کررہے تھے۔

اگلی آیت میں ارشاد ہوا:اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۔وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۔وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۲ ''اس وقت تم میں سے دو دستوں نے جی چھوڑ دیا یعنی وہ پھسلنے کے قریب ہوگئے تھے مگر پھر بھی اللہ ان کا ولی تھا یعنی دوست و مددگار تھا اس لیے مومنوں کوتو اللہ ہی کی دوستی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

تاریخ کے مطابق منافق ابنِ ابی کے اپنے تقریباً تین سو ساتھیوں کے میدان سے واپس مدینہ چلے جانے کے بعد

قبیلہ اوس کے بنو سلامہ اور قبیلہ خزرج کے بنو حریثہ کے مومنین پھسلنے کے قریب ہو گئے تھے کہ وہ بھی واپس چلے جاتے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمت عطا کی اور وہ میدانِ جنگ میں ٹھہرے رہے اور آیت کریمہ یہ واضح کر رہی ہے کہ وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا یعنی ان کے کم ہمت ہو جانے کے باوجود اللہ ہی ان کا ولی تھا۔ کیا یہ بات ان مؤمنین کی عظمت کے لیے کافی نہیں؟

آگے آیات ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، اور ۱۲۶ میں جنگِ بدر میں اللہ کی طرف سے مدد کا حال یاد دلانے کے بعد آیات ۱۲۷ اور ۱۲۸ میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح طور پر یہ بتا دیا کہ: لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْ یَکْبِتَھُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ. لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ ۱۳؎ ''اس طرح وہ تمہارے ذریعہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا اُنہیں ذلیل و مغلوب کر دے (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں اور اس کام میں پیغمبر کو بھی کچھ اختیار نہیں، یہ اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے کہ ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے یوں کہ وہ ظالم لوگ تھے۔

یہاں یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ مغلوب ہونا یعنی شکست تو ظالموں کا مقدر تھی نہ کہ مومنین کی۔ مومنین کو شکست نہیں ہوئی تھی اور یہ صرف غلط فہمی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نو مسلم انصار و مومنین کو کچھ ہدایات دیتا ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے ہیں اور جن کے ذریعہ ہی دنیا و عقبیٰ میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ سودی شکنجہ سے بچو اور اپنی معیشت کو ظالمانہ رویہ سے بچا کر فلاحی بناؤ، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر بذریعہ رسول عمل پیرا رہو، مغفرت کے لیے جلدی کیا کرو یعنی اپنی غلطیوں کا جلد احساس کر کے غفور رحیم سے معذرت طلب کرو اور غلطیاں یا گناہ نہ دوہراؤ، آسودگی اور تنگی ہر حال میں اتفاق کرتے رہو اور اپنے غصہ پر کنٹرول رکھو، دوسروں کے قصور پر عفو و درگذر سے کام لو، نیک کام کرتے رہو، گناہوں و ظلم سے بچتے رہو اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو اور جان بوجھ کر غلط بات پر اڑے نہ رہا کرو، دوسروں کے بُرے انجام سے عبرت پکڑو اور اچھے کام کرو اسی سے اچھے بدلہ کے حقدار ٹھہرو گے اور اللہ کی رحمت تمہیں اپنے سایہ میں لے لیگی۔ ۱۴؎

آگے آیات میں اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ یہ اچھی باتیں یا اصول جو کہ اظہارِ حقیقت ہیں صرف مومنین کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہیں جو بھی ان کی خلاف ورزی سے بچ کر اس سے فائدہ اُٹھانا چاہے اور یاد رکھو کہ اگر کسی کوتاہی یا غلطی کی وجہ سے اگر تم کو نقصان ہو تو اس پر دل نہ چھوڑ دینا اور نہ ہی کسی طرح کا غم کرنا بلکہ اپنے ایمان پر صدقِ دل سے قائم رہنا تو پھر تم ہی اعلیٰ ہو گے، کامیاب ہو گے۔ ۱۵؎

آگے آیات اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُہٗ ۚ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُھَدَآءَ ۚ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ ۱۶؎ میں اللہ تعالیٰ ایک اور اصول واضح فرماتا ہے کہ فتح و شکست تو بدلتی رہتی ہے کہ جو اللہ کے

بتائے ہوئے اصول وقوانین کے مطابق تیاری رکھے گا اورالوالعزمی سے لڑے گا فتحیاب ہوگا اور جو کوتاہی کرے گا وہ شکست کھائے گا۔تمہیں جو زخم لگا ہے تو تمہارے دشمن کو بھی اسی جنگ میں اور اس سے پہلے والی جنگ میں ایسا زخم لگ چکا ہے اوراس سے یہ مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو متمیز کردے کیوں کہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور یہ بھی مقصود تھا کہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو خالص کر کے اور مضبوط کردے اور کافروں کو کمزور کردے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کردی کہ مومنین کو غزوہ احد میں شکست نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کو بھی مشرکین کی طرح سے زخم لگا تھا۔آیت میں لفظ قَــرْحٌ مِّثْــلُـــهٗ استعمال ہوا ہے۔اس لیے اس کو غزوہ قرح بھی کہا جاسکتا ہے۔یعنی یہ وہ کیفیت ہے جیسے کہ مقابلہ برابر ہوگیا یا ڈرا(Draw)ہوگیا۔کیوں کہ مشرکین مکہ بغیر کوئی نصب العین حاصل کیے بھاگ گئے تھے جب کہ مؤمنین نے ان کا پیچھا بھی کیا تھا۔اس طرح تو مؤمنین ہی کو فتح نصیب ہوئی تھی کہ زخم کھانے کے باوجود دشمن نہ تو مدینہ میں داخل ہوسکا اور نہ ہی مومنین کو ختم کرسکا جب کہ وہ رسول ﷺ اور مومنین کو ختم کرنے کے عزم کے ساتھ آیا تھا۔اس طرح سیہ تصور غلط ثابت ہوجاتا ہے۔

اب ہم دوسرے سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا صحابہؓ اتنے ہی لالچی تھے کہ مالِ غنیمت دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور حکمِ رسول پسِ پشت ڈال دیا تھا؟ س سلسلہ میں ہمیں رہنمائی قرآنی آیت سے ملتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ::وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۷؂ ’’اوراللہ نے اپنا وعدہ سچا کردیا(یعنی)اس وقت جب تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کررہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھادیا(یعنی تم کو فتح ہوئی اور دشمن نے بھاگنا شروع کردیا حتیٰ کہ ان کی عورتیں اوران کے خدام بھی بدحواسی کی حالت میں اپنا مال واسباب چھوڑ کر مکّہ کی طرف واپس بھاگنے لگے)اس کے بعد تم وعدہ سے پھسل گئے اور حکم(کمانڈر انچیف کہ اپنی جگہ نہ چھوڑنا خواہ تمہیں فتح ہوجاوے)میں(اپنے دستہ کے امیر سے)جھگڑنے لگے اوراس کی نافرمانی کی۔بعض تو تم سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔اس وقت اللہ نے تم کو ان کے مقابلہ سے پھیر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔اوراس نے تمہارا قصور معاف کردیا۔اوراللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے‘‘۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ آیت کے اس جز :مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ کا ترجمہ کرنے میں ہمارے مترجمینسے ضطا سرزد ہوئی ہے۔الفاظ دنیا اور آخرت کو وہ دنیا اور عقبٰی کے معنی لکھ گئے۔حالانکہ دنیا کے معنی قریب ترین،سامنے،فوری منظر،قریبی،کم درجہ وغیر ہم کے ہیں اور آخرۃ کے معنیٰ مقابل اول،آخری،پچھلا حصہ

مستقبل اگلا وغیرہم کے ہیں۔دیکھیے سورہ الانفال آیت۴۲،اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی ’’جس وقت تم (مدینہ سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر بعید کے ناکے پر‘‘ ۱۸

اس لیے آیت کے اس حصہ کا صحیح ترجمہ ہوگا کہ ’’بعض تو تم میں سے فوری سامنے کے منظر (یعنی دشمن کا بھاگنا جس کے معنی فتح ہوجانا تھے) کے خواستگار تھے (کہ فتح ہوگئی)اور بعض مستقبل کے طالب تھے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان فتح ہوجائے اور انہیں وہاں سے مورچہ چھوڑنے کی اجازت مل جائے)‘‘

آپس کی اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دستہ کے کچھ صحابہ مورچہ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں نکل گئے جس کے نتیجہ میں زخم لگا یعنی مؤمنین کو جانی مالی نقصان ہوا۔اور ایسا اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کے لیے کیا۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ مؤمنین اگر مالِ غنیمت کے لالچی تھے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ مالِ غنیمت کی لالچ اور اسے جمع کرنے کے لیے ٹوٹ پڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیوں کہ تمام لوگوں کو ہی یہ دستوری بات معلوم ہوتی ہے کہ جنگ کی فتح کی صورت میں جو مال غنیمت ملتا ہے وہ سب جمع کرکے کمانڈر انچیف یا امیرِ وقت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے پھر وہ سپاہیوں میں بانٹتا ہے اور اس وقت تو سارا مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوتا تھا پھر وہ تقسیم کرتے ۔اس لیے کوئی مؤمن بھی اس سے محروم نہ رہتا ۔یہ محبات درست نہیں ہے کہ وہ غنیمت کے لیے اپنا مورچہ چھوڑ گئے ۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ سب سے اہم اور بڑی بات کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنینکے دستہ کا آپس کے اختلاف اور کمانڈر انچیف کے حکم کی نافرمانی کا قصور معاف فرمادیا۔اور ان کو مومن بھی قرار دے دیا(وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط وَاللهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنِ)اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ وہ صحابہؓ مومنین تھے۔

اب ہم تیسرے سوال کہ اپنی جگہ چھوڑ جانے والے مؤمنین کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہمیں اسی سورۃ آل عمران کی آیات (اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَاتَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ.وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ.اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ لا اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) سے واضح رہنمائی ملتی ہے۔۱۹

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح طور پر بتادیا کہ جب مؤمنین میں سے کچھ لوگ تتر بتر ہوکر دشمن کے تعاقب میں

چلے گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی طرف بلا رہے تھے تو اس وقت اُن کو غم پر غم پہنچا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ کی سی کیفیت نازل کر کے تسلّی نازل فرمائی اور اسی طرح دستہ کے کچھ مؤمنینے اپنا مورچہ چھوڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بھی معاف کر دیا(وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ)اور صرف اُنہیں معاف ہی نہیں کر دیا بلکہ آیت(اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)[۲۰] کے مطابق جب ان سے لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ مشرکین مکہ نے تمہارے لیے پھر ایک اور لشکرِ کثیر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو اُنمؤمنین کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم کو تو اللہ ہی کافی ہے وہ ہی بہت اچھا کارساز ہے۔ اس ایمان کے نتیجہ میں تاریخ کے حوالہ سے مشرکین دوبارہ اپنے اعلان کے باوجود مقامِ بدر پر نہیں آئے اور مؤمنین اللہ کے فضل کے ساتھ واپس آئے ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔ پس ثابت ہوا کہ اس غزوہ احد میں کو قرح یعنی زخم ضرور لگا تھا مگر اس کے باوجود وہ اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے تھے اس لیے شکست والی بات غلط ثابت ہوتی ہے۔

اسی سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۹۵ میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ: فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُ كَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ. [۲۱] ''جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے (یعنی مہاجر) ور جو لوگ لڑے (یعنی مجاہد) اور قتل کیے گئے (یعنی احیاء) میں اُن کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں یہ اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔''

غور فرمائیے کہ اگر غزوۂ احد میں شکست مان لی جائے ، جب کہ رسول اللہ ﷺ اس غزوۂ میں خود شریک تھے اور کمانڈ کر رہے تھے، تو اس کے معنی ان کو شکست ہوئی (نعوذ باللہ) اس طرح اللہ کو شکست ہوئی۔ اور ایسا گمان کرنا درست نہیں۔ جب کہ یہ ایک اہم حقیقت ہے کہ کفار و مشرکین کے مقابلہ پر اللہ اور اس کا رسولؐ ہی فتحیاب ہوتے ہیں۔ دیکھیے (۳۷/۱۷۱-۱۷۳) اور یہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی کافروں کو مومنین پر غلبہ نہیں دے گا (۴/۱۴۱) اور اللہ کا لشکر ہی غالب ہوگا (۵/۵۶) اس نے تو یہ لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرا رسولؐ ہی غالب ہوں گے۔ (۵۸/۲۱، ۳۰/۴۷)۔ اب ان آیات و حقیقت کی روشنی میں غور کیجیے کہ کیا وہ مومنین شکست خوردہ تھے جو بھاگتے ہوئے مشرکین کا تعاقب کر رہے تھے؟ یقیناً شکست خوردہ لوگ کبھی فتحیاب لوگوں کا تعاقب نہیں کر سکتے اور یقیناً یہ بات درست نہیں کہ مؤمنین کو شکست ہوئی تھی۔

مضمون میں پیش کردہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ: (۱) ہماری زاتی رائے یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مستشرقین کا پیگنڈہ ہو کہ غزوۂ احد میں مؤمنین کو شکست ہوئی تھی۔ نہیں شکست نہیں محض زخم لگا تھا کیوں کہ تیر انداز دستہ میں سے کچھ تیر اندازوں سے نافرمانی رسول، غیر دانستہ طور پر ہو گئی تھی، اس کے باوجود غزوۂ کا فیصلہ ان ہی کے حق میں ہوا تھا کیوں کہ رسول ﷺ اور مومنین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کامیاب رہیں گے۔ چناں چہ دشمن یعنی مشرکین

وہاں سے دم دبا کر اپنا مال وزر واسلحہ تک چھوڑ کر بھاگے اور مؤمنین نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ نتیجتاً مشرکین اپنے وعدہ کے مطابق دوبارہ بدر یا اُحد کی طرف نہ آ سکے اور رسول ﷺ و جماعت المؤمنین اللہ کے فضل کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے

(۲) آیت کریمہ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ [22] کی کتنی واضح طور پر مع مثال کے وضاحت ہوگئی۔ کہ رسول ﷺ کے دنیاوی حکم کی اطاعت ان کی زندگی تک تھی۔ انہوں نے غزوۂ کے کمانڈر کی حیثیت سے ایک حکم دیا تھا کہ کسی حال میں یہ درہ نہیں چھوڑنا، مگر جب چند صحابہؓ نے نادانستہ طور پر وہ درہ چھوڑ دیا تو فوراً ہی، دنیا میں، ہزیمت اٹھانی پڑی، زخم کھانا پڑا۔ اب رسول ﷺ کی زندگی کے بعد اسی طرح کے کسی موقع پر اگر اولی الامر منکم کوئی حکم دیتا ہے تو مجاہدین کو مان کر اطاعت کرنا ہوگی۔ ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔ مطلب یہ کہ رسول ﷺ کی غیر حاضری میں اولیالامر، دنیاوی معاملات میں حکم دے گا اور اس کی اطاعت کی جائے گی۔ خیال رہے کہ دین کے معاملہ میں حکم صرف اللہ کا ہے، ملاحظہ فرمایئے قرآن کریم کے مندرجہ ذیل مقامات: سورۃ الانعام آیت ۵۷ اور ۶۲، سورۃ الاعراف کی آیت ۵۴، سورۃ یوسف کی آیت ۴۰، سورۃ الکھف کی آیت ۲۶ اور سورۃ القصص کی آیت ۷۰ اور ۸۸ جبکہ دنیا کے معاملہمیں رسول ﷺ یا اولی الامر بھی حکم دے سکتے ہیں۔ (سورۃ النسآء: ۵۹) اللہ رب العٰلمین ہمیں عقل وفہم اور ہدایت عطا فرمائے تاکہ ہم صحیح بات کر سکیں اور لکھ سکیں۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] سیرت ابن ہشام، مترجم مولوی محمد انشاء اللہ خان، (لاہور، ابلاغ پبلیشرز، ۲۰۰۳ء) ص ۲۵۹۔۲۶۰۔

[2] ایضاً، ص ۲۶۴۔ [3] ایضاً ص ۲۷۳۔

[4] القرآن الحکیم مترجم شاہ رفیع الدین/مفسر (موضح القرآن) شاہ عبدالقادر (کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ۲۰۰۰ء) حاشیہ آیت مذکورہ

[5] ایضاً، حاشیہ آیت مذکورہ۔

[6] القرآن الکریم ترجمہ وحواشی فتح محمد جالندھری (کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ جولائی ۲۰۰۰ء) حاشیہ آیت مذکورہ۔

[7] القرآن العظیم مترجم ومفسر حافظ نذیر احمد (کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۶۶ء) حاشیہ آیت مذکورہ۔

[8] ایضاً حاشیہ آیت مذکورہ۔ [9] ایضاً، حاشیہ آیت مذکورہ۔ [10] ایضاً، حاشیہ آیت مذکورہ۔

[11] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۲۱۔ [12] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۲۲۔ [13] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۲۷ تا ۱۲۸۔

[14] ملخصاً سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۷۔ [15] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۳۸ اور ۱۳۹۔

[16] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۴۰۔۱۴۱۔ [17] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۵۲۔

[18] سورۃ انفال (۸) آیت نمبر ۴۲۔ [19] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۵۔

[20] سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۷۳۔ [21] سورۃ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۹۵۔ [22] سورۃ النسآء (۴) آیت نمبر ۵۹۔